سلطان ٹیپو رحمۃ اللہ علیہ اور مذہبی رواداریاں

(فتح علی خان قریشیؒ ،متوفی: ۱۲۱۳ھ = ۱۷۹۹ء)

معاذ کولہاپوری، ڈابھیل

سرزمینِ ہند کی پرامن فضاؤں میں آزادنہ سانس لیتے ہوئے دورِ فرنگی کا تذکرہ چھڑتا رہتا ہے اور مجاہدینِ وطن وشہدائے چمن کی قربانیوں کی یاددہانیوں اور مدح سرائیوں کی مجلسیں جمتی رہتی ہیں، یہ مجلسیں اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتیں تا آنکہ ٹیپو سلطانؒ کا تذکرہ نہ ہو۔

یہ سچ ہے کہ سلطانؒ جنگِ آزادی کے سرخیل تھے، لیکن اس کے علاوہ بھی بہت سی خوبیاں ان میں موجود تھیں جن سے لوگ ناآشنا ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ سلطانؒ کو ایک متعصب اور ہندو دشمن ظالم حکمراں کی حیثیت سے پیش کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں، حالانکہ حقیقت بالکل برعکس ہے۔ غلط فہمیاں تو انگریز مؤرخین نے من گھڑت اور جھوٹی باتیں لکھ کر پھیلائی تھیں، ان کے جھوٹ کا اندازہ کرنے کے لیے صرف یہی ایک مثال کافی ہوگی: ایک انگریز مؤرخ نے لکھا ہے کہ: ٹیپو سلطانؒ نے صرف ''کورنگ'' (Korang) شہر میں ستر ہزار لوگوں کو قبولِ اسلام پر مجبور کیا تھا، حالانکہ عہدِ ٹیپو میں سرزمینِ ''کورنگ'' فقط پچیس سے تیس ہزار کی آبادی پر مشتمل تھی۔ (سیرتِ ٹیپو سلطان شہید، ص۴۳۲، مصنفہ: مولانا الیاس صاحب ندوی بھٹکلی)

مندروں پر عنایات

ٹیپو سلطانؒ نے مسجدوں اور مندروں کے درمیان کبھی کوئی امتیاز روا نہیں رکھا، جس طرح مسجدوں پر سلطانؒ کی نظریں رہیں اسی طرح مندروں پر بھی ان کی عنایات رہیں، جن کا اندازہ مندرجۂ ذیل چند مثالوں سے لگایا جاسکتا ہے:

تعلقۂ ننجن گڑھ (Nanjangarh) کے کالے نامی گاؤں میں واقع لکشمی کانتھ مندر میں چاندی کے چار پیالے، ایک پلیٹ اور ایک اگالدان اب بھی دیکھا جاسکتا ہے، جو ٹیپو سلطان شہیدؒ نے اس مندر کو بطور نذرانہ کے دیا تھا۔

خود سری رنگا پٹنم (Srirangapatna) کے رنگنا تھ مندر کو سلطانؒ نے ایک کافور دان اور چاندی کے سات پیالے دیے تھے اور یہ چیزیں آج تک اس مندر میں موجود ہیں۔ مقدم الذکر شہر کے ایک اور مندر سرکینشور کو ایک مرصع پیالہ- جس کے نچلے حصے میں پانچ جوہرات جڑے ہوئے تھے- عطا کیا اور نارائن سوامی مندر کو جواہرات سے آراستہ بہت سے برتن، ایک نقارہ اور بارہ ہاتھی عنایت کیے تھے۔ (سیرت ٹیپو سلطان شہید، ص: ۴۳۸)

مندروں کی پاسبانی / پاسداری

سلطانؒ مندروں پر فقط خزانے لٹا کر عہدہ برآنہ ہوئے، بلکہ کئی مندروں کی مشکل اوقات میں حفاظت بھی کی ہے۔ ڈنڈیگل (Dindigul) تعلقہ پر حملہ کرتے ہوئے سلطانؒ نے اس کے عقبی حصہ سے گولہ باری کروائی تھی جس کا مقصد صرف یہ تھا کہ راجہ کا وہ مندر حملوں کی زد میں نہ آنے پائے جو قلعہ کے اگلے حصہ میں واقع تھا۔

ملیبار (Malabar) میں گروایوار پر T کے دوران وہاں کے ایک مندر کو نذرِ آتش کرنے کی کوشش کرنے والے کچھ مسلمان سپاہیوں کو سلطانؒ نے سزائیں بھی دلوائیں اور اسی وقت مندر کی مرمت بھی کروائی۔

کانجی ورم (Kanjivaram) کے اُس مندر کی تکمیل کے لیے (جس کی بنا ۱۷۸۰ء میں سلطان حیدر علی نے رکھی تھی، مگر تکمیل نہ ہوسکی تھی) سلطان نے دس ہزار روپیہ پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اس موقع پر ہونے والی آتش بازیوں کے مصارف بھی خود برداشت کیے تھے۔ (سیرت ٹیپو سلطان شہید، ص: ۴۳۸)

مندروں اور سوامیوں کا احترام

جب رگھورناتھ راؤ (Raghunathrao) کی قیادت میں مرہٹہ دراندازوں اور فتنہ پردازوں نے سرنگیر کے ایک مندر پر حملہ کیا، بیش قیمت املاک لوٹ کر لے گئے اور سارہ دیوی نامی مورتی کو باہر پھینک دیا جس کے نتیجہ میں مندر کے سوامی اور متولی شنکر گرواچاریہ فرار ہوکر شہر کارکل میں پناہ گزیں ہوئے اور سلطان سے حالات کی شکایت کی، تو سلطانؒ نے جواباً ایک خط سوامی کے نام ارسال کیا جس میں آپؒ نے اس قدر احترام کے ساتھ سوامی کو تسلی دی کہ خلافِ معمول گروجی کے نام کو اپنے نام پر مقدم کیا اور اسی پر بس نہیں، بلکہ ان کو اپنے زیر T دیہاتوں میں سے کسی بھی چیز کے لینے کا اختیار دیا، نیز اس علاقہ کے گورنر سے دوسو اشرفیاں مع غلہ دلوائیں اور سارہ دیوی کو احترام کے ساتھ اس کی جگہ نصب کرواکر اس تقریب کے موقع پر ایک ہزار فقراء کو کھانا کھلوایا۔ (سیرت ٹیپو سلطان شہید، ص: ۴۳۵)

ہندو عہدیدار مناصبِ علیا پر

سلطانؒ ہندوؤں کو فقط دور ہی سے نوازتے نہیں رہے، بلکہ انہیں بڑے بڑے عہدوں پر بھی فائز کررکھا تھا۔ سلطنتِ خداداد کا وزیرِ خزانہ ہندو برہمن ''پورنیا'' تھا، یہی ''پورنیا'' باعتبار اختیارات کے وزیر اعظم میر صادق کے بعد سلطانؒ کا نائب دوم بھی تھا۔

سلطان کا ذاتی منشی اور معتمدِ خاص ''لالہ مہتاب رائے سبقت'' نامی ایک ہندو برہمن تھا، جو میدانِ جنگ میں بھی شاہی کیمپ میں رہتا تھا اور اخیر تک سلطانؒ کا وفادار رہا۔

میسور کی فوج کا افسرِ اعلیٰ ہری سنگھ تھا، جس کا بھائی بھی باوجود ہندو ہونے کے حکومت کا ایک بڑا عہدیدار تھا۔ کورگ کی فوج کا افسرِ اعلیٰ ایک برہمن تھا۔ علاوہ ازیں تین ہزار کی ایک فوج سردار سیواجی کی کمان میں رہتی تھی، اسی طرح اور بھی کئی مناصبِ علیا پر غیر مسلموں کو فائز کررکھا تھا۔ (سیرت ٹیپو سلطان شہید، ص:۴۳۴)

حقوق میں مساوات

سلطان ٹیپوؒ نے جس طرح عبادت گاہوں میں برابری اور مساوات کا معاملہ کیا، اسی طرح انسانی حقوق میں بھی بلا تفریق ہندو و مسلم کے مذہبی رواداری کی اعلیٰ مثال قائم کی۔ جہاں انہوں نے کرشنا راؤ اور اس کے بھائیوں کو غداری کی سزا میں تختۂ دار پر لٹکایا، وہیں محمد قاسم اور عثمان خان کشمیری کو بھی موت کے گھاٹ اتارا۔ جہاں سلطانؒ نے عیسائی غداروں اور نمک حراموں کے پیشوا اور قائدین کو موت کی سزا دی، وہیں ان مسلمان عورتوں کو بھی قتل کیا جنہوں نے انگریز سپاہیوں کے ساتھ بدکاری کی تھی۔ (سیرت ٹیپو سلطان شہید، ص:۴۳۳)

اہل سنت و جماعت سے عقائد میں بنیادی فرق کی بنا پر مہدوی فرقہ کو سلطانؒ غیر مسلم ہی گمان کرتے تھے، نیز یہ لوگ سلطنتِ خداداد کے لیے آستین کے سانپ تھے، ان میں سے بھی بہتیرے لوگوں کو بڑے بڑے عہدوں پر فائز کررکھا تھا۔ جب ان کی انگریزوں کی خفیہ حمایت پر ایک مدتِ دراز گزر گئی اور ذکر بالجہر کا وہ خاص غیر شرعی طریقہ۔ جس کے یہ لوگ قائل تھے۔ پوری پوری رات اڑوس پڑوس کے لوگوں کی تکلیف کا باعث بننے لگا اور برملا حکم عدولیاں کرنے لگے، تو سلطانؒ نے مذکورہ جرائم میں حد تجاوزی کی وجہ سے ان کو جلاوطن کردیا۔

عیسائیوں کے ساتھ سلطان کا سلوک

عیسائیوں کے ساتھ بھی سلطانؒ کا رویہ کچھ مختلف نہ تھا۔ سلطان نے کئی فرانسیسی عیسائیوں کو اپنی سلطنت میں عہدے سپرد کررکھے تھے۔ آرمینیہ کے عیسائی تاجروں کو بھی اپنے ملک میں آکر تجارت کرنے کی اجازت ہی نہیں دی، بلکہ ان کی مالی پشت پناہی بھی کی۔ گُواسے تارکینِ وطن عیسائیوں کو دوبارہ اپنی سلطنت میں لاکر بسایا۔ (سیرت ٹیپو سلطان شہید، ص:۴۴۵)

رعایا کے دل میں سلطانؒ کی عقیدت ومحبت

رعایا میں سلطان ٹیپو کی عقیدت اس قدر تھی کہ ہندو مذہب کے دو فرقوں واڈگلائی اور ٹنکالائی کے درمیان اختلاف ہونے پر خود ہندوؤں نے سلطان کو اپنا حکم اور ثالث بنایا تھا۔ بھلا اگر سلطانؒ ظالم اور ہندو دشمن ہوتے تو یہ صورتِ حال کیوں کر ممکن ہوتی؟

سلطانؒ کی مذہبی رواداری ہی تو تھی جس نے رعایا کے سینوں میں عقیدت ومحبت کے وہ شعلے فروزاں کیے تھے جنہیں دیکھ کر انگریز بھی ششدر رہتے تھے۔ سلطانؒ نے جس جگہ اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کی اسی جگہ سلطانؒ کے سینکڑوں فدائین کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں، جن میں عورتیں بھی تھیں اور جوان لڑکیاں بھی۔ جب سلطان کا جنازہ اُٹھایا جانے لگا تو راہ میں ہندو عورتیں ماتم کرتے ہوئے اپنے سروں پر مٹی ڈال رہی تھیں۔ (سیرت ٹیپو سلطان شہید، ص:۴۴۳) اسی لیے ظفر علی خان نے کہا تھا:

قوتِ بازوئے اسلام تھی اس کی صولت
اس کی دولت کے دعا گوؤں میں شامل تھے ہنود

قارئین کرام!!! سلطانؒ کی مذہبی رواداری اور بلاتفریقِ مذہب رعایا سے حسنِ سلوک ملاحظہ فرمائیں اور دوسری طرف ہندو فرقہ پرستوں کے منہ سے نکلا ہوا زہر دیکھئے، تاریخ کے مسخ کرنے اور اُسے مٹانے کی زندہ مثال آپ کو واضح طور پر سمجھ میں آ جائے گی۔ جو لوگ تحمل مزاجی اور برداشت کی دولت سے محروم ہیں اور جو تعصب کے ناپاک نالے کے گندے کیڑے ہیں، جو سانپ وبچھو کی طرح ہمیشہ زہر اُگلتے رہتے ہیں، وہ کہہ رہے ہیں کہ سلطان ہندو کش اور متعصب ظالم حکمران تھا!!! کاش ایک نظر اپنے دامن پر بھی ڈال لی ہوتی!

دامن تو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

افسوس اس پر بھی ہے کہ سرزمینِ ہند کے اس عظیم سپوت کے حالاتِ زندگی اور اس کے قابلِ رشک کارنامے باشندگانِ ملک تک صحیح معنوں میں پہنچائے نہیں گئے ہیں، ورنہ ممکن نہ تھا کہ سلطانؒ کو متعصب اور ہندو دشمن ظالم حکمران کہا جاتا۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی رواداری، غیر مسلموں کی خوشی وغم میں شریک ہونے اور ان کے مذہبی جذبات کا خیال رکھنے میں سلطانؒ اس قدر آگے نکل گئے تھے کہ بعض مواقع پر فقہی اعتبار سے اس پر بحث بھی کی جا سکتی ہے۔

المیہ یہ ہے کہ خود مسلمانانِ ہند اپنے سلاطین وحکمرانوں کے کارناموں اور ان کی عدل پروری کی داستانوں سے ناواقف ہیں۔ اگر ٹیپو سلطان کے مسئلہ میں سنجیدگی اختیار نہ کی گئی اور اُسے پڑھا اور پڑھایا نہ گیا تو وہ دن دور نہیں جب ٹیپو سلطانؒ جیسا عادل حکمران بھی ''محمود غزنویؒ'' اور ''اورنگ زیبؒ'' کی طرح کٹہرے میں کھڑا ہوگا اور مسلمانِ ہند وکیلِ صفائی بن کر وضاحتیں دے رہے ہوں گے۔ لیکن افسوس!!! تب پانی سر سے اوپر ہو چکا ہوگا۔